عربی زبان و ادب کی پہلی صدی ہجری کی نعت گو شاعرہ

☆مسز بشریٰ بیگ

شعر انسانی جذبات کا موثر ترین ذریعہ ہے، اور انسانی جذبات میں بھی جذبہ محبت کے اظہار کیلئے شعر کی زبان سب سے زیادہ موزوں ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ شعر کا اصل موضوع ہی محبت ہے اصل بات تو یہ ہے کہ حسن و عشق کی وہ لطیف کیفیات جو دل کے نہاں خانوں میں پرورش پاتی ہیں، ان کا تعلق احساس و ادراک سے ہوتا ہے، اور اکثر اوقات الفاظ کا لباس ان پر پوری طرح فٹ نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات الفاظ کا بوجھ ان کی نزاکت کو کچل کر رکھ دیتا ہے

پھر عشق و محبت بھی دو قسم کا ہے، ایک وہ جسے عشق مجازی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور دوسرا جسے عشق حقیقی کہتے ہیں پہلے کا تعلق مخلوق سے ہے، دوسرے کا خالق سے، پہلے میں بظاہر جوش و خروش زیادہ ہوتا ہے، لیکن پائیداری کم، اور دوسرے میں عموماً ٹھہراؤ ہوتا ہے، لیکن پائیداری بہت، پہلا اکثر مرور ایام سے دھیما پڑ جاتا ہے، اور دوسرے میں مرور ایام سے پختگی آتی جاتی ہے، پہلے کا منتہائے مقصود وصال ہے، اور دوسرے کا مقصود رضائے دوست، پہلے کا تعلق صفات سے ہے، اور دوسرے کا تعلق ذات سے، اسی لئے پہلی قسم کا عشق اکثر ہوس کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے اور دوسری قسم ہوس سے کوسوں دور ہے۔ اور چونکہ عشق در حقیقت وہی ہے جو ذات سے ہو، جس کا مقصود رضائے دوست ہو، اور جو مرور ایام سے دھیما نہ پڑ جائے، اسی لئے دوسری قسم کا عشق ہی حقیقی عشق ہے، اور پہلی قسم کو محض مجازاً عشق سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، ورنہ حقیقت میں وہ عشق ہے ہی نہیں

وہ عشق جس کی آگ بجھادے اجل کی پھونک
اس میں مزا نہیں تپش انتظار کا

لہٰذا عشق در حقیقت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہو، اور عشق رسول ﷺ بھی در حقیقت مخلوق ہونے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ آپؐ خالق تک پہنچنے کا لازمی

☆ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ اسلامک اسٹڈیز

واسطہ ہیں، آپؐ کے بغیر کوئی شخص خالق تک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے عشق خداوندی اور عشق رسولؐ دونوں لازم وملزوم ہیں، انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ارشاد فرمادیا کہ "اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے رسول محبوب کی اتباع کرو(۱)" اس لئے عشق خداوندی اتباع رسولؐ کی شکل میں عشق رسولؐ کے بغیر ناممکن ہے(۲)۔

"نعت" کا موضوع چونکہ براہ راست (مجاز و استعارے کے بغیر) حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے، اس لئے یہ شاعری کی افضل ترین صفت ہے جسے شاعری کی آبرو کہنا چاہئے، اور مسلمان شعراء نے اس پر نو بنو اسالیب کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے۔

ذمہ داری سے یہ کہنا مشکل ہے کہ سب سے پہلے نعت کہنے کا شرف کس کو حاصل ہوا؟ آنحضرتؐ کی نعت کا سلسلہ آپؐ کی زمانہ شیر خواری سے ہی شروع ہو گیا تھا، اور احقر کا ناقص علم اور تتبع کے مطابق شاید آپؐ کے دادا حضرت مطلب نے سب سے پہلے آپ کو شعر کا موضوع بنایا۔ علامہ سہیلیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت کے بعد حضرت مطلب آپ کو لے کر کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے۔ اور وہاں ان کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:۔

الحمد لله الذی اعطانی	هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان	اعیذه بالبیت ذی الارکان
حتی یکون بلغة الفتیان	حتی اراه بالغ البیان
اعیذه من کل ذی شنان	من حاسد مضطرب العنان

اشعار کے ترجمے کا خلاصہ یہ ہے!

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھ کو خوش اندام لڑکا عطا فرمایا...... ایسا لڑکا جو اپنے گہوارہ میں دوسرے لڑکوں کا سردار بن گیا ہے اس کو میں مقدس کونوں والے گھر (بیت اللہ) کی پناہ دیتا ہوں...... یہاں تک کہ یہ جوانوں کا مقصود بن جائے، یہاں تک کہ میں اسے فصیح اللسان دیکھ لوں...... میں اسے ہر دشمن وحاسد سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں (۳)

جب آپؐ شیر خواری کے دور میں بنو سعد میں مقیم تھے، اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو آپؐ کی رضاعت کی سعادت حاصل ہو رہی تھی تو اس دور میں آپ کی رضاعی بہن حضرت شیماؓ آپ کو گود میں کھلاتیں اور لوریاں دیا کرتی تھیں۔ روایات میں ہے کہ اسی دور میں آپؐ کے بارے میں یہ شعر (رجز) پڑھا کرتی تھیں:۔

یا ربنا ابق لنا محمدا حتی اراہ یافعاً و امردا
ثم اراہ سیدا مسودا واکبت اعادیة معاوا الحسدا
واعطه عزا یدوم ابدا(۴)

"ہمارے پروردگار! ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ رکھیو۔ یہاں تک میں انہیں سبزہ آغاز اور جوان رعنا کی شکل میں دیکھوں۔ پھر میں انہیں دیکھوں کہ انہیں سردار بنا دیا گیا ہے اور ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل کر اور ان کو ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے"

حضرت ربیع معوذؓ ایک انصاری صحابیہ تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ جس روز میری شادی ہوئی، اس سے اگلے دن آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لائے۔ اس وقت گھر میں کچھ بچیاں ترنم سے اشعار پڑھ رہی تھیں، ان اشعار میں کچھ شہداء بدر کا ذکر تھا اور کچھ حضورؐ کی مدح و منقبت تھی، اشعار پڑھتے ہوئے ان بچیوں نے ایک مصرعہ یہ پڑھا

وفینا نبی یعلم مافی غد

اور ہمارے درمیان وہ نبیؐ موجود ہیں جو کل کے حالات سے باخبر ہیں

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم حضور اقدسؐ کو عطا فرما دیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے اور ان سے وہم ہو سکتا تھا کہ آپؐ کی طرف علم غیب منسوب کیا جا رہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص صفت ہے، اس لئے آپ نے اس مصرعہ کو بھی گوارا نہیں کیا، اور ان بچیوں کو ٹوکتے ہوئے فرمایا:

اسکتی عن هذه، وقولی التی کنت تقولین قلبها

اس (مصرعہ) کو نہ پڑھو، اور پہلے جو پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو

اس واقعے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اقدسؐ کو نعت میں کون سی باتیں ناپسند تھیں؟ اور یہ کہ کوئی بھی ایسا جملہ جس میں شرک کے معنی نہیں، اس کا ذرا سا احتمال بھی موجود ہو، اس کو نعت میں جگہ دینا خود موضوع نعت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کس قدر ناپسند تھا؟ یہ نعت کی قبولیت کی اولین شرط ہے اور نعت کا سب سے پہلا ادب ہے جس کا خیال نہ رکھنے سے اچھے اچھے ثقہ لوگوں کی نعت میں شدید نقص پیدا ہو گیا ہے(۵)

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس ﷺ کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب شعر کہا ہے کہ

لواحی زلیخا لورائین جبینه لا ثرن بقطع القلوب علی الید

''زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اکرم ﷺ کے جبیں مبارک کا جلوہ دیکھ لیتیں
تو وہ ہاتھ کاٹنے کے مقابلے میں اپنا دل چیرنے کو ترجیح دیتیں''

لہٰذ سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک تذکرے میں آپؐ کے حسن و جمال کا بیان بھی نعت کا موضوع ہے، لیکن اس میں ادب واحترام کالحاظ رکھنا ضروری ہے، کسی کے حسن و جمال کا بیان کیونکہ غزل کا موضوع ہوتا ہے اس لئے نعت میں بھی بعض اوقات غیر شعوری طور پر غزل کے اسالیب داخل ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اشعار میں ایسی سوقیت پیدا ہو جاتی ہے جو نعت رسولؐ کی عظمت ووقار کے منافی ہوتی ہے، یہ شاعری کا بڑا ہی نازک مقام ہے جس پر اچھے اچھے پھسل جاتے ہیں، اور بعض مرتبہ بڑے بڑے شعراء بھی ایسے شعر کہہ گئے جو بعض اوقات نعت کے ذوق لطیف پر بار محسوس ہوتے ہیں

سیدہ عائشہ باعونیہ پہلی صدی کی نعت گو شاعرہ(وفات ۹۲۲ھ)

حالات زندگی: یہ فاضلہ عابدہ وزاہدہ خاتون سیدہ عائشہ بنت یوسف بن احمد باعونی ہے۔شام کے شہر صالحیہ میں ایک علم وتقوی مآب خاندان میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد، چچا، بیٹا اور بھائی فقہ وحدیث، تصوف وتاریخ وادب میں باکمال علماء تھے۔یہ تھا وہ ماحول جس میں سرچشمہ علم سے سیراب ہوئیں پھر جمال الحق والدین اسماعیل حورانی اور محی الدین ارموی جیسے اپنے ہم عصر علماء کی جماعت سے فقہ نحو وعروض میں کمال حاصل کیا، بعد ازاں مصر پہنچی اور وہاں شارح بخاری علامہ ابوالعباس قسطلانی کی شاگردی کی۔پھر تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئیں اور بہت سے طلبہ نے ان کے علم وفضل سے استفادہ کیا۔

تصانیف: انہوں نے کتاب الفتح المبین فی مدح الامین لکھی جو علم بدیع میں، ابن حجہ کے اسلوب پر قصیدے کی شرح ہے۔دوسری کتاب فیض الفضل ہے، جو آں حضرت ﷺ کی مدح میں کہے ہوئے قصائد کا دیوان ہے۔اس کی ایک کتاب المواد الاہنٰی فی المولد الاسنٰی ،آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ پیدائش پر ہے جس میں رقت انگیز نظم ونثر ہے۔

شاعری و نثرنگاری میں ان کا مقام: اس تاریک دور میں باعونیہ جیسی فاضل خاتون کو دیکھ کر جو اپنے علم وادب میں مردوں سے بھی بازی لے گئی تھیں، انسان حیرت میں رہ جاتا ہے، ان کے اسلوب میں کوئی عیب نہیں کہ اس میں سجع بندی، بدیع پسندی اور لفظ آرائی ہے یا یہ کہ اس نے اپنی شاعری کو محض مدح نبوی میں محدود رکھا اس لئے کہ انسان اپنے ماحول کا پروردہ ہوتا

ہے اور صحیح شاعری اپنے کہنے والے کا آئینہ، اور اس کے دل کی تصویر ہوتی ہے، یہ ہمیں معلوم ہی ہے کہ اس دور کے شعراء کس طرح لفظی صنعت کے دلدادہ، اور دینی موضوعات کی طرف متوجہ تھے، لہذا اگر اس خاتون نے اپنے زمانہ کے اخلاق وآداب کو اپنا کر اپنی نثر نگاری اور شاعری میں اسی دور کا اسلوب اختیار کر لیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

نمونہ کلام: اپنے قصیدۂ علم بدیع کی شرح کے مقدمہ میں وہ لکھتی ہیں: یہ ایک برقع پوش عورت کا کہا ہوا قصیدہ ہے، جو سلامت طبع پر شاہد، اور حسن بیان سے آراستہ ہے۔ اس کی بنیاد خدا ترسی اور اس کی رضا جوئی پر رکھی گئی ہے۔ اس میں انواع بدیع کو کھول کر بتایا گیا ہے۔ مدح رسول حبیب وشفیع نے اسے سربلندی بخشی ہے۔ یہ تسمیہ انواع کی قیود سے آزاد، اور افق ابداع میں اس کا طالع روشن ہے۔ قصائد مدح نبیؐ میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے اور بموجب الہام جو اہل اشارات کے لئے سند ہے۔ اس کا نام ''الفتح المبین فی مدح الامین'' رکھا جا رہا ہے۔

اس قصیدہ کا مطلع ہے:

فی حسن مطلع انوار بذی سلم اصبحت فی زمرة العشاق کالعلم
اقول و الدمع جار جارح مقلی والجار جار بعذل فیه متهم

اس قصیدہ کے دیگر اشعار:

یاسعد ان ابصرت عیناک کاظمة وجئت سلعاً فسل عن اهله القدم
فثم قبار تم طالعین علی طویلع حیهم و انزل بحیهم

اے سعد! اگر تو کاظمہ دیکھے اور سلع پہنچے تو اس کے قدیم باشندوں سے پوچھنا، وہاں چودھویں کے چاند ہیں انہیں سلام کہنا اور ان کے قبیلہ میں اترنا۔

واستوطنوا السر منی فهو موضعهم ولا ابوح به یومًا لغیرهم

انہوں نے میرے راز کو اپنے یہاں ٹھہرایا تو وہ ان کی جگہ ہے۔ اور میں کبھی ان کے سوا کسی پر اپنا راز آشکارا نہیں کروں گی۔

قالوا هوا لغیث، قلت الغیث اونة یهمی ، وغیث نداه لایزال همی

انہوں نے کہا ''وہ بارش ہے'' میں نے کہا کہ بارش تو کبھی کبھار مسلسل موسلا دھار برستی ہے لیکن اس کی بخششوں کی بارش تو متواتر موسلا دھار برستی رہتی ہے۔

مدحت مجدک والا خلاص ملتزمی فیه وحسن امتداحی فیک مختتم

میں نے خلوص کے ساتھ تیری عظمت کی مدح کی، اور میری نہایت یہی ہے کہ میں تیری اچھی مدح کرتی رہوں۔

ظاہر برقوق نے (نہر) شریعت پر پل بنایا تو عائشہ نے کہا:

بنیٰ سلطاننا برقوق جسراً　　بامر والأ نام له مطیعه

مجاز فی الحقیقة للبرایا　　وامر بالمرور علی الشریعه

ہمارے بادشاہ برقوق نے اپنے حکم سے پل بنایا ہے اور تمام مخلوق اس کی فرمانبردار ہے۔ یہ درحقیقت لوگوں کے لئے مجاز (گذرنے کی جگہ) ہے اور شریعت پر چلنے کا حکم ہے۔

دمشق کے وصف میں وہ کہتی:

نزه الطرف فی دمشق نفیها　　کل ما تشتهی و ما تختار

هی فی الأرض جنة فتأمل　　کیف تجری من تحتهاالأنهار

کم سما فی ربوعها کل قصر　　اشرقت من وجوهه الأقمار

کلها روضة وماء زلال　　وقصور مشیدة و دیار

نگاہ کو دمشق میں سیر کراؤ کہ وہاں تمام وہ چیزیں ہیں جن کو چاہا اور پسند کیا جاتا ہے، یہ علاقہ زمین کی جنت ہے، بغور دیکھو اس کے نیچے نہریں کس حسین انداز سے بہہ رہی ہیں۔ اس کی سرزمین میں کتنے ہی ایسے محل ہیں جن سے چاند کسب ضیا کرتا ہے، وہاں کتنے ہی ایسے خوش الحان پرندے ہیں جن کی مست کرنے والی آوازوں کے سامنے آلات موسیقی ہیچ ہیں۔ وہ تمام علاقہ باغات، آب زلال، بلند محلات اور خوشنما مکانوں سے بھرا پڑا ہے۔(٦)

حواشی وحوالہ جات

١۔ سورۃ آل عمران/٣١

٢۔ مولانا محمد تقی عثمانی۔ نعت رسول اور اس کے آداب بزم قاسمی جولائی ١٩٩٨ء، ص/١٠

٣۔ الروض الانف للسہیلی ص/١٧٤، ج/١

٤۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ص/٣٣٥، ج/٤

٥۔ مولانا محمد تقی عثمانی، نعت رسول اور اس کے آداب بزم قاسمی جولائی ١٩٩٨ء ص/١٣

٦۔ زیات، احمد حسن۔ تاریخ ادب عربی مترجم عبدالرحمٰن طاہر سورتی شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور جون ١٩٦١ء، ص/٥٣٣-٥٣٥